من عرف نفسه فقد عرف ربه (حضرت علیؓ)
He who KNEW himself, he KNEW ALLAH
al-marifat.org

خلیفہ مجاز جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ العزیز

حضرت مولانا صوفی محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت:۔

حضرت صوفی محمد یونس صاحبؒ کی ولادت باسعادت اپنے نانا جی کے گھر قصبہ ضیاالحق، گڑھا متصل جالندھر چھاؤنی ۲۰ دسمبر ۱۹۲۸ء کو ہوئی۔ حضرت کے والد ماجد نے آپ کا نام محمد یونس رکھا۔

ابتدائی تعلیم:۔

حضرت صوفی صاحبؒ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ تیسری جماعت میں آپکو سکول داخل کروادیا گیا۔

ابتدائی حالات:۔

محترم صوفی صاحبؒ جالندھر (مشرقی پنجاب۔ بھارت) سے ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے۔ آپؒ دہلی میں ملازم تھے اور پاکستان بن جانے کے بعد جی ایچ کیو منسٹری آف ڈیفنس کے سیکشن ڈی سکس (D-6) میں پوسٹ ہوئے۔

آپ انگریزی تعلیم یافتہ تھے اور داڑھی مونچھ صفاچٹ، سُوٹ بُوٹ میں ملبوس ننگے سر، پکے بابو تھے۔ اللہ کی قدرت حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کی ایک ہی تقریر راولپنڈی میں سنی اور آپؒ کی نورانی شخصیت کا ایسا اثر قبول کیا کہ بس پھر اُنہی کے عاشق ہو کر رہ گئے اور زندگی بھر سنت رسولؐ پر عامل رہے۔ شیر انوالہ سے ایسا رشتہ استوار کیا کہ دنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے آپ اپنی ڈیوٹی برابر دیتے رہے۔ ۱۹۵۸ء میں آپؒ نے نوکری کو خیر باد کہہ کر متوکلانہ زندگی اختیار کر لی۔ ہندوستان سے ہجرت کرنے پر کلیم (Claim) میں ۲۲ نمبر چونگی میں ایک چھوٹا سا مکان نمبر ۴۹۰ الاٹ ہوا جس میں مسرت کی زندگی گزاری۔ آپؒ اپنے مرشد کامل قطب الاقطاب حضرت شیخ التفسیرؒ کے وصال تک سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ کے طریق پر سلوک کی تمام منازل طے کر چکے تھے اور جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ کے ساتھ بھی وہی ارادت کا سلسلہ رہا کیونکہ ہمارے ہاں بیعت ایک ہی شیخ سے ہوتی ہے۔ اور اُن کے آگے ان کے مقرر فرمودہ جانشینوں سے سلسلہ در سلسلہ عقیدت، ادب اور اطاعت سے توجہات حاصل ہوتی رہتی ہیں۔ جب آپؒ نے ملازمت ترک کر کے متوکلانہ زندگی کا آغاز فرمایا تو اپنی زوجہ محترمہ سے علیحدگی میں پورے خلوص سے فرمایا کہ ''میں نے ملازمت چھوڑ دی ہے اور توکل اختیار کر لیا ہے ہوسکتا ہے اس راستے میں مجھے فاقے بھی کاٹنا پڑیں مجھے اُمید ہے کہ تم اچھے وقتوں کی طرح برے حالات میں بھی میرا ساتھ دو گی''۔

al-marifat.org

اُس پاکباز بی بی نے اپنے عالی مرتبت شوہر سے فرمایا کہ ''اتنا عرصہ آپ کے دامن سے وابستہ رہنے کے بعد اور کہاں جاسکتی ہوں اب تو آپ ہی کے ساتھ رہنا ہے جس حال میں اللہ تعالیٰ رکھیں گے مجھے بخوشی منظور ہے''۔

حلیہ مبارک:۔

حضرت اقدس مولانا عبیداللہ انورؒ، آپؒ کو حضرت شیخ التفسیرؒ کا عکس جمیل فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ انہی کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے وہی لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے جو حضرت لاہوریؒ کو پسند تھا سفید عمامہ، سفید قمیض شلوار، پاؤں میں سرخ رنگ کا دیسی جوتا، دائیں ہاتھ پر لٹکتی ہوئی چارخانہ چادر، سامنے کی طرف جیبی گھڑی اور قطب نما لٹکا کر قمیض کی چھوٹی جیب میں آویزاں رکھتے۔ ہاتھ میں حضرت لاہوریؒ کی طرح کا عصا پکڑے ہوئے۔ پگڑی کے نیچے کپڑے کی ٹوپی رکھتے دراز ریش مبارک جواب کافی حد تک سفید ہو چکی تھی بالکل حضرت لاہوریؒ ہی کی طرح تھی۔ ابھی کافی بال سیاہ بھی تھے، مونچھیں صاف لبوں پر ہمیشہ مسکراہٹ نحیف آواز اور دل ہر وقت ذکر الٰہی سے سرشار، آنکھوں میں عجیب قسم کی چمک اور حیاء الغرض آپؒ قرون اولیٰ کے دور کا نمونہ تھے۔

خرقۂ خلافت:۔

حضرت جانشین مولانا عبیداللہ انورؒ آپؒ کو اپنی جماعت کا انتہائی معتمد اور مُقرب ساتھی خیال فرماتے تھے اسی نسبت سے آپؒ نے حضرت صوفی صاحبؒ کو وکالتاً بیعت کے لیے بھی مجاز قرار دیا۔ آپؒ نے حضرت صوفی صاحبؒ کو یہ اجازت زبانی اور تحریری دونوں طرح سے مرحمت فرمائی تھی۔ علاوہ ازیں آپؒ کے مجالس ذکر کے دیگر شہروں کے پروگرام بھی حضرت ثانیؒ کے حکم اور اجازت سے تھے۔

حضرت رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا صوفی محمد جمیل صاحب میواتیؒ نے بھی آپؒ کو اپنا خلیفہ مجاز بنا کر مخلوقِ خدا کی راہنمائی پر مامور فرمایا تھا۔

بے قدروں نے قدر نہ کی:۔

آپؒ نے اپنے گھر کے قریب جامع مسجد چونگی نمبر ۲۲ راولپنڈی میں بلا معاوضہ خطابت کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اُس مسجد میں بے عمل بدعتیوں کا زور تھا اُنہوں نے آپؒ کو بے دخل کرنے کی تدابیر سوچنا شروع کیں اور آپؒ کو خطبہ جمعہ کی اُجرت لینے پر مجبور کیا گیا تو آپؒ نے یہ فرما کر اُجرت لینے سے انکار کر دیا کہ ''میرے حضرتؒ نے ایسی اُجرت لینے کو مستحسن نہیں سمجھا اور زندگی بھر ایک پیشہ بھی نہیں لیا''۔ چونکہ مسجد اوقاف کے زیر انتظام تھی لہٰذا قانونی ضرورت پوری کرنا پڑی اور آپؒ ایک روپیہ کی معمولی رقم قبول فرما کر بعد میں خیرات کر دیتے اس طرح ریکارڈ میں آپ کا نام خطیب مسجد کے طور پر محفوظ رہا۔ آپؒ زیارات حرمین شریفین کے لیے کچھ عرصہ ملک سے غیر حاضر ہوئے تو مخالفین کو موقع مل گیا اور اُنہوں نے ایک ''جاہل مطلق'' مولوی صاحب کا تقرر کر دیا۔ سفر سعادت سے واپسی پر آپؒ کے مسجد میں داخلہ پر مکمل پابندی عائد کر دی گئی۔ آپؒ خاموشی سے الگ ہو گئے۔

آپؒ ٹینچ بھاٹہ راولپنڈی صدر کی ایک مسجد میں نماز جمعہ پڑھانے لگے۔ اُس مسجد میں مودودی حضرات چھائے ہوئے تھے اُنھیں آپؒ کے

al-marifat.org

مواعظ پسند نہ آئے تو وہاں سے بھی آپ کو بے دخل کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ آپؒ نے ایک اور مسجد میں بھی خطبہ دیا لیکن حالات سے مجبور ہو کر کنارہ کشی اختیار کر لی اور اپنی مجالس ذکر پر مختلف شہروں میں توجہ مرکوز فرماتے رہے۔

مجالس ذکر کا انعقاد:۔

''قدر زر زرگر بداند یا بداند جوہری'' کے مصداق چند مخلص احباب نے حضرت صوفی صاحب کو بروقت پہچان لیا اور اُن کی صحبت کیمیا اثر سے بہرہ افروز ہوئے۔ آپؒ کی مجالس ذکر کا سلسلہ واہ کینٹ، پنڈی گھیب، سرائے عالمگیر، گوجرانوالہ، شیخوپورہ، سے اسلام آباد تک پھیلا ہوا تھا جہاں آپ بالالتزام تشریف لے جاتے اور اللہ اللہ کی ضربوں سے بے چین دلوں کو اطمینان کی دولت سے منور فرماتے۔

آپؒ صاحبِ کشف بزرگ تھے:۔

حاجی عثمان غنی صاحب سکنہ واہ کینٹ کی والدہ اور بیوی کے انتقال کے بعد ان کے کہنے پر آپؒ نے اُن کی قبور پر مراقبہ فرمایا۔ جب آپؒ ان کی والدہ کی قبر پر مراقبہ زن ہونے کے بعد اُٹھے تو فرمایا کہ آپ کی والدہ نہایت خوش وخرم ہیں اور آپ کو سلام کہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ چونکہ میں نے صاف شفاف اور پاکیزہ بیوگی گزاری ہے اور محنت مزدوری کر کے بڑی مشکل سے رزق حلال سے اپنے بچوں کا پالا ہے۔ اس لیے اللہ رب العزت نے میری اس جستجو کی برکت سے مجھے بخش دیا ہے۔

اس کی بعد جب آپؒ ان کی بیوی کی قبر پر مراقبہ سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ آپ کی بیوی کہتی ہیں کہ چونکہ میں ظلم وستم برداشت کرتی رہی ہوں اور خاموش خادمہ کے طور پر کام کرتی رہی ہوں اس لیے اللہ رب العزت نے میرے ساتھ بخشش کا معاملہ فرمایا ہے۔

حضرت اقدس مخدومنا ومرشدنا جانشین امام الہدیٰ مولانا محمد اجمل قادری دامت برکاتہم کے حکم سے حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ کی سوانح مرتب کرنے کی سعادت جناب عثمان غنی واہ کینٹ کو حاصل ہے۔ آپ وہ مسودہ لیکر شیرانوالہ حاضر ہوئے تو حضرت میاں صاحب مدظلہ ا لعالیٰ نے انہیں اور اپنے برادر اصغر ڈاکٹر مولانا محمد اکمل صاحب قادری مدظلہم کے ساتھ میانی صاحب (قبرستان) بھیجا۔ حضرت حاجی بشیر احمد صاحبؒ اور حضرت صوفی صاحبؒ بھی ہمراہ تھے۔ جب گاڑی چوبرجی پہنچی تو حضرت صوفی صاحبؒ نے عثمان غنی صاحب سے پوچھا کہ ''آپ کب سے لاہور آئے ہوئے ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا کہ دس روز سے پھر صوفی صاحب خاموش ہو گئے۔ میانی صاحب پہنچ گئے مزاراتِ پرانوارات پر حاضری دی اور دیر تک کچھ دیر مراقبہ کر کے واپس آ گئے۔ جب یہ شیرانوالہ پہنچے تو حضرت صوفی صاحبؒ نے عثمان غنی صاحب سے فرمایا کہ حضرت اقدس امام الہدیٰؒ تمہاری کتاب پر خوشی کا اظہار فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میرا تو یہ مقام نہ تھا جتنا انہوں نے لکھا ہے تاہم ان کی اپنی محبت ہے۔ پھر حضرت شیخ التفسیرؒ نے بھی خوشی کا اظہار فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس نے میرے بیٹے کی سوانح لکھی ہے۔ ایسے ہی اماں جی رحمۃ اللہ علیہا نے بھی خوشی کا اظہار فرمایا اور بعد حضرت حافظ حمیداللہ صاحبؒ نے بھی فرمایا کہ میرے بھائی کی کتاب لکھی گئی ہے کیا اس میں میرا بھی ذکر آ رہا ہے۔ اس کے بعد آپؒ نے عثمان غنی صاحب کو بتایا کہ جب میں نے چوبرجی کے قریب تم سے پوچھا تھا کہ تم کب سے لاہور آئے ہوئے ہو؟ تو وجہ یہ تھی کہ میرے ساتھ حضرت امام الہدیٰؒ کا روحانی رابطہ اسی جگہ ہو گیا تھا اور آپؒ نے تمہارے بارے میں پوچھا تھا اور یہ سوال اسی وجہ سے کیا گیا تھا چنانچہ جب میں نے حضرت امام الہدیٰؒ

من عرف نفسه فقد عرف ربه (حضرت علیؑ)
He who KNEW himself, he doubtless KNEW ALLAH
al-marifat.org

سے عرض کیا تو آپؒ نے ارشاد فرمایا اس کو کہہ دیں کہ یہ میرا اسی طرح مہمان ہے کہ جس طرح میری موجودگی میں لاہور آنے پر ہوا کرتا تھا۔

باجماعت نماز کی حفاظت:۔

حضرت صوفی صاحبؒ کی عادت مبارکہ تھی کہ نماز سے کافی وقت پہلے ضروری حاجات سے فراغت حاصل فرما کر اچھی طرح وضو فرماتے اور جماعت سے پہلے مسجد تشریف لے جا کر سنتوں سے فارغ ہو کر جماعت کا انتظار فرماتے۔ آپؒ کی کوشش یہی ہوا کرتی کہ امام صاحب کی دائیں جانب صف اول میں جگہ ملے اور تکبیر تحریمہ فوت نہ ہونے پائے۔ بڑے سکون اور دلجمعی سے رکوع و سجود فرماتے اور جب کبھی جہری نمازوں میں سے کسی نماز کے لیے انھیں نماز پڑھانے کے لیے کہا جاتا تو آپؒ کی قرائت کا عجیب انداز ہوتا۔ آواز میں کپکپاہٹ کا عنصر ہوتا اور جو جو الفاظ ادا فرماتے وہ براہ راست دل پر اثر کرتے تھے آپؒ نماز باجماعت کی خاطر اکثر سفر توڑ دیتے اور ادا شدہ کرایہ کی بھی پرواہ نہ کرتے۔ باجماعت نماز ادا کر کے نئی سواری پر پھر سے کرایہ ادا کر کے سوار ہو جاتے۔

علالت اور رحلت:۔

چونکہ آپ ایک عرصہ تک ٹی بی کا شکار بھی رہ چکے تھے۔ اس لیئے اکثر اوقات آپ کا جگر خراب رہتا تھا۔ اپنے ابتدائی ایام میں حضرت شیخ التفسیر کی دعاء کی برکت سے آپ کا مرض وقتی طور پر دب گیا تھا۔ لیکن اب عمر اور ضعف کی وجہ سے اس میں پھر شدت آ گئی تھی۔ اس حالت میں آپ کو خون کی الٹیاں شروع ہوئیں۔ جو کہ خاصی تشویش ناک تھیں۔ آپ کو اسلام آباد فیڈرل گورنمنٹ سروسز ہسپتال (پولی کلینک) میں داخل کروا دیا گیا۔ جہاں آپ انتہائی حاذق طبیبوں کے زیر علاج رہے انھوں نے یہ بات تشخیص فرمائی آپ ہیپا ٹائس کی آخری سٹیج پر ہے۔ یہاں چند دن قیام و آرام کے بعد آپ تندرست ہو گئے۔

حضرت صوفی صاحبؒ کا یہ معمول تھا کہ آپ دسمبر اور جنوری کے مہینوں میں حرمین شریفین کے عمرہ کا ارادہ فرماتے تھے۔ آپؒ نے ویزہ فارم منگوائے۔ آپ نے ویزہ کے ان دستاویزات پر دستخط فرمائے جو کہ آپ کی زندگی کے شاید آخری دستخط تھے۔ مگر ایزدی کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

ایک مرتبہ پھر آپ کی طبیعت ۲۹ فروری ۱۹۹۲ء کو اچانک خراب ہو گئی۔ اور اب آپ کو اس حالت میں اسلام آباد کے کمپلیکس ہسپتال کے آئی۔ سی۔ یو وارڈ میں داخل کروا دیا گیا۔ آپ اسی دن سے شدید بے ہوشی کے عالم میں تھے۔ رات کے وقت آپ کی طبیعت قدرے بہتر ہوئی تو آپ نے اشاروں سے نماز عشاء ادا کی۔ آپکو مصنوعی آکسیجن کے ذریعے زندہ رکھنے کی کوشش کی گئی۔ مگر پیغام اجل کے سامنے یہ تدابیر کارگر ثابت نہ ہوئیں۔ اور ۲ مارچ ۱۹۹۲ء بمطابق ۲۶ شعبان المعظم کو صبح گیارہ بجے کے قریب جب کہ آپ کی عمر طبعی کے ۶۳ برس پورے ہو چکے تھے

اِنَا لِلّٰہِ و اِنَا اِلیہِ رَا جِعُون۔

al-marifat.org

وصال کی خبر سب پر بجلی بن کر گری اور پھر ضبط کے سب بندھن ٹوٹ گئے۔ ٹیلیفون اور ٹیلگرامز کے ذریعے پاکستان بھر میں موجود آپ کے جملہ معتقدین اور متوسلین کو مطلع کر دیا گیا۔ جماعت کے بہت سے احباب آپکے آخری دیدار کے لیئے ہسپتال پہنچ گئے آپکے جسد خاکی کو ہسپتال کی ایمبولینس میں ۲۲ نمبر چونگی آپکی رہائش گاہ تک لے جایا گیا۔ ہر دل غمزدہ اور ہر آنکھ اشکبار تھی لوگ جوق در جوق ۲۲ نمبر چونگی پہنچے لگے۔ مغرب تک وہ علاقہ کھچا کھچ لوگوں سے بھر گیا۔ آپ کو غسل دینے کی سعادت حضرت امام الھدیٰ مولانا عبید اللہ انورؒ کے خلفائے عظام جناب قاری عبدالحمید صاحب اور جناب مولانا محمد ادریس ہاشمی صاحب کے حصے میں آئی۔

آپؒ کے جسد خاکی کو رات کے تقریباً گیارہ بجے کے قریب ۲۲ نمبر چونگی کے عیدگاہ والے میدان کے احاطہ میں لے جایا گیا آدھی رات کے گزر جانے کے باوجود آپ کی نماز جنازہ کے لیے عیدگاہ میں جم غفیر موجود تھا۔ پاکستان بھر سے آنے والے سینکڑوں عقیدت مندوں کے علاوہ بے شمار علماء کرام اور مشائخ عظام بھی آپؒ کی نماز جنازہ میں شریک تھے آپؒ کی نماز جنازہ پڑھانے کی سعادت الٰہی نور مسجد ۲۲ نمبر چونگی کے خطیب جناب مولانا عبدالرشید صاحب کے حصہ میں آئی۔ جنازہ کے بعد کم وبیش جنازہ گاہ میں موجود تقریباً تمام افراد نے آپؒ کا آخری دیدار کیا اور اُن سب کے یہی تاثرات تھے کہ آپؒ کے چہرے پر بلا کی تر و تازگی تھی اور آپ کے لبوں پر ایک خاص طرح کی مسکراہٹ موجود تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ حضرت صوفی صاحبؒ ابھی نیند سے بیدار ہو کر جماعت کو کوئی خوشخبری سنانے والے ہوں۔ درحقیقت یہی اللہ جل اللہ شانہ کی جانب سے کامیاب زندگی گزارنے کی خوشخبری ہوتی ہے جو وہ اپنے مقرب بندوں کو نصیب فرماتے ہیں۔ اس بشارت کا اظہار حضرتؒ کے چہرے کی تر و تازگی سے جماعت کے ہر شخص نے محسوس کیا۔ رات کے اسی سناٹے میں اور سوگواروں کے ایک ہجوم میں آپؒ کے جسد خاکی کو ٹاہلی موری (لالہ زار) کے قبرستان میں لے جایا گیا جہاں سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں سسکیوں اور آہوں کے ساتھ اس آفتاب ولایت کو سپرد خاک کیا گیا یوں حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے قافلے کا یہ آفتاب ولایت رشد و ہدایت کی کرنیں بکھیرتے ہوئے خلد بریں ہوا۔